اسلام کا نظریہ ابلاغ وصحافت اور اصول: ایک تحقیقی جائزہ

Islamic ideology of communication, journalism and its principles: A research overview

ڈاکٹر محمد نصیر*

محمد عفان الحق**

تہمینہ پرویز***

Abstract:

Considering the journalism and communication in the human history, it will be clear to us that the founders and inventors of communication and journalism were the Prophets (peace be upon them) by the command of Allah, the Lord of Glory. Prophets were sent by Almighty to the people as preachers. They taught entire humanity complete way of life, morality, etiquettes and much more. With the passage of time, the methods of communication and journalism have also been evolved. Islam is a complete code of life. Therefore, it also has rules and regulations regarding communication and journalism. Now a day, unfortunately it has been witnessed that a lot of political communication and journalism is based on false news and deception. The worldwide propaganda against Islam in television programs is no secret these days. This approach of media is creating moral, societal, psychological and family problems and creating chaos among the people. Although, there are positive effects of media as well. Therefore, it is the need of time to establish a strong pro-Islamic media with Islamic journalistic principles. It would be helpful to present a true picture of Islam and concept of peace and will respond to all false allegations about Muslims and Islam. It will prevent the religious ideology of the country, spread true teachings of prophets and truth to the people in the best possible way.

Keywords: communication, journalism, Islam, lies, fraud, media

* اسکالر، شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی m.naseer7119@gmail.com

** وزٹنگ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی affan.ahsani@gmail.com

*** وزٹنگ لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی tehminaparvez90@gmail.com

تعارف:

تخلیق آدم کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے انسانوں کو جو خصوصیات اور خوبیاں سے عطا فرمائی ہیں ان خوبیوں میں سے علم و ابلاغ کی خوبی اور صلاحیت سر فہرست ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ،عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔[1] (اسی نے انسان کو پیدا فرمادیا۔ اور اسے بولنا سکھایا۔)

ہر انسان میں فطری لحاظ سے تجسس کا مادہ موجود ہے۔ جو اپنے گردونواح میں ابتداء ہی سے جاننے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اپنے حواس خمسہ سمیت تمام ذرائع علم کو بروئے کار لاتے ہوئے اطلاعات و معلومات تک رسائی حاصل کرنے اور حالات وواقعات کے بارے میں آگاہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر جب واقف ہو جاتا ہے تو اپنے بھائی کو بھی آگاہ کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں ابلاغ و ترسیل کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اپنے خیالات و جذبات اور افکار و نظریات کے اظہار کے لیے اگر اس کو موقع نہ ملے تو وہ ایک ذہنی اذیت میں مبتلا ہو کر بے چین ہو جاتا ہے۔ اگر تاریخ انسانی کی طرف نظر کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابلاغ و صحافت کے بانی و موجد اللہ رب العزت کے حکم سے انبیاء علیہم السلام تھے۔ وہ صحافت ربانی کے ذریعے سب سے سچی خبروں کے حامل اور مبلغ ٹھہرے۔ انہوں نے نسل انسانی کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ابلاغ و صحافت کے طریقے بھی بدلتے رہے ہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اصول وضع کرتا ہے۔ اسلام چونکہ رہتی دنیا تک لیے ہے۔ اس لیے اس میں ابلاغ و صحافت کے حوالے سے بھی اصول اور ضوابط موجود ہیں۔ عصر حاضر میں جب ابلاغ و صحافت کی بنیاد ہی جھوٹ، فریب، افراء، دھوکہ دہی کی خبروں پر ہے اور ٹاک شوز میں اسلام خلاف پر پیگنڈا استہزا و تضحیک کی جاتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی یہ روش معاشرے کے لیے اخلاقی، معاشرتی، نفسیاتی اور عائلی مسائل پیدا کر رہی ہے اور فکری سطح پر انتشار اور افتراق کو ابھار رہی ہے۔ صحافت کے نام پر جرائم کی تشہیر، بد اخلاقی کی تبلیغ اور لوٹ کھسوٹ کی تلقین عام ہو رہی ہے حالانکہ ذرائع ابلاغ موجودہ تہذیب اور معاشرے کی جان اور ترجمان ہے جن کے بغیر انسانی زندگی نامکمل ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اثرات مثبت اور منفی دونوں ہیں۔ اس لیے موجودہ دور میں جملہ مفاسد اور مضمرات کے انسداد کے لیے اسلامی ابلاغی و صحافتی اصول بیان کئے جائیں جس سے معاشرے میں فساد کا سدباب ہو اور حق اور سچ لوگوں تک احسن طریقہ سے پہنچے۔

ابلاغ کا معنی و مفہوم:

"ابلاغ" عربی لفظ ہے۔ جس کا مادہ "ب ل غ" ہے۔ "بلغ" سے ہی دیگر الفاظ مثال کے طور پر تبلیغ، بلاغت، اور بلیغ

وغیرہ بنے ہیں۔

ابی الحسین احمد بن فارس اپنی کتاب معجم مقاییس اللغۃ میں "بلغ" کا معنی بیان کرتے ہیں کہ:

بلغ، الباء واللام والغین اصل واحد وهو الوصول الی الشیئ ،تقول بلغت المکان اذا وصلت الیه.[2] (ب ل اور غین کی ایک ہی اصل ہے۔اور وہ کسی شے کی طرف پہنچنے کو کہا جاتا ہے۔تمہارا کہنا میں مکان تک پہنچا جب تم اس مکان تک پہنچتے ہو۔)

القاموس الجدید میں مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی "بلغ" کے معنی بیان کرتے ہیں:

"بلغ کا معنی ہے، پہنچنا، پالینا، جاننا، کسی بات کا علم ہونا، بلغ الخبر: اطلاع پہنچا دینا، خبر بھجوانا، "ابلاغ" کہتے ہیں "اناؤنس منٹ، نوٹس، تبلیغ: آگاہ ہونا، باخبر ہونا، "بلاغ" خبر، اطلاع، اعلان، اناؤنس منٹ، پیغام، فرمان، دھمکی، نوٹس، "بلاغ اخیر او نھائی" الٹیمیٹم، "بلاغ رسمی، اعلامیہ، پریس نوٹ۔"[3]

انگریزی میں "ابلاغ" کے لیے "Communication" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔جس کا مادہ "Communicate" ہے۔ انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری کے مطابق "Communicate" کا معنی ہیں: "To impart, Transmit"، یعنی ربط پیدا کرنا، خبر دینا، آگاہ کرنا، اطلاع دینا، رسائی پیدا کرنا، خط وکتابت کرنا"[4] اور "Communication" کے معنی ہیں:"Act of imparting information، خبر رسانی، اطلاع، مکتوب، مراسلہ، تعلق، رابطہ، میل جول، راستہ، آمد ورفت۔"[5]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق "Communication" کی تعریف یہ ہے:

"Communication divvied from the latin word, Communicate means to make common to share, to impart and transmit."[6]

" کمیونکیشن یہ لاطینی زبان کے لفظ کمیونکیٹ سے نکلا ہے، جس کا معنی ہے، عام کرنا، بانٹنا، اور منتقل کرنا"۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[7] (اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچادے، اور اگر تونے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔)

اسی طرح قرآن مجید میں "بلاغ" کا لفظ بھی آیا ہے جو کہ "ابلاغ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ.[8] (پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے

ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دیناہی ہے۔)

ابلاغ کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے۔اس میں دینی، دنیاوی، اچھی یا بری بات کی کوئی قید نہیں ہے۔ مطلق پہنچاناہے۔ کسی بھی پیغام، کسی بھی بات، اور کسی بھی خبر کو ابلاغ کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔جب کسی بات، خبر یا پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے تو وہ ابلاغ عامہ کہلاتا ہے۔ ابلاغ کا عمل ازل سے جاری ہے اور ابد تک اس کی ضرورت باقی رہے گی۔

صحافت کا معنی و مفہوم:

صحافت کا اصل مادہ "ص، ح، ف" ہے۔ معجم مقاییس اللغۃ میں "صحف" کا لغوی معنی یہ بیان ہوا ہے:

صحف،الصادوالحاء والفاء،اصل صحيح يدل على انبساط فى شيئ وسعة،يقال ان الصحيف: وجه الارض،والصحيفة: بشرة الوجه الرجل۔ومن الباب الصحيفة، وهى التى يكتب فيها۔والجمع صحائف،والصحف.[9] (ص، ح، ف کی صحیح اصل کسی شے کی فراخی اور وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صحیف زمین کی اوپر کا سطح ہوتا ہے۔"الصحیفۃ" انسانی چہرے کو بھی کہتے ہیں۔اور صحیفہ سے مراد لکھا ہوا کاغذ ہے اور اس کی جمع "صحف، اور صحائف "ہیں۔)

مولانا وحید الزمان قاسمی القاموس الجدید میں اس کا معنی بیان کرتے ہیں کہ:

"عربی میں لفظ "صحافت " اصل میں "صحیفۃ" سے ماخوذ ہے۔ صحیفہ واحد ہے۔ جس کی جمع "صحف "اور "صحائف" آتی ہے۔معانی "القرطاس المکتوب" یعنی لکھا ہوا کاغذ، ورق اور اخبار کے ہیں۔"الصحیفۃ الیومیۃ" روزنامہ، "الصحافۃ" خبر نویسی، جرنلزم، اور "الصحافی "اخبار نویس، یا جرنلسٹ کو کہتے ہیں۔"الصحفی "سے مراد بھی اخبار نویس، جرنلسٹ، اور اس کے ساتھ ساتھ استاد کے بغیر صحیفہ ست علم حاصل کرنے والا یا کتابی عالم ہے[10]۔

قدیم اردو لغت فرہنگ آصفیہ کے مطابق "صحاف "کے معنی جلد ساز اور جلد گر ہے "[11] اور "صحیفہ "(بروزن وظیفہ) کے معنی کتاب، رسالہ، ورق، لکھا ہوا صفحہ، نامہ، اور مصحف کے ہیں"[12] جب کہ "صحائف" "صحیفے" کی جمع ہے جس کے معنی رسالے، کتابیں اور صفحے کے ہیں۔"[13]

قرآن مجید میں لفظ "صحیفہ "یا" صحافت "تو کہیں استعمال نہیں ہوا لیکن اس کی جمع "صحف" جو ہے وہ کئی مقامات پر متلف معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ جن میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى.[14] (ابرہیم اور موسی کے صحیفوں میں۔)

یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً.[15] (جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔)

فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ۔[16] (وہ عزت والے صحیفوں میں ہے۔)

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔[17] (جب اعمال نامے کھل جائیں گے۔)

انگریزی میں صحیفہ کے لیے"Journal" صحافی کے لیے"Journalist" اور صحافت کے لیے "Journalism" کالفظ استعمال ہوتا ہے۔

قومی اردو انگریزی لغت میں ان تینوں کے الفاظ کے جامع اور وسیع معنی و مفہوم بیان کئے گئے ہیں:

"Journal "کا معنی:

"روزنامچہ، روزانہ کا حساب کتاب کا بھی کھاتا، روزنامہ، روزانہ اخبار، کوئی مؤقت الشیوع اخبار، رسالہ یا جریدہ، اور وہ رجسٹر جس میں روزانہ کے راستے اور فاصلے درج ہوں، ہوا اور موسمیات کا ذکر ہو و دیگر حوالہ جات ہوں۔ جہاز کا روزنامچہ، روزانہ واقعات کا رجسٹر۔"[18]

"Journalist "کا معنی:

"صحافی، اخبار نویس، نامہ نگار، صحیفہ نگار، روزنامچہ نویس۔"[19]

"Journalism "کا معنی:

"اخبار نویسی، صحافت، نامہ نگاری، اخبار کا پیشہ جس میں خبر نگاری، اشاعت، ادارت اور تحریر شامل ہیں۔ تعلیمی شعبہ جس میں ابلاغ عامہ کی ذمہ داری شامل ہے۔ وہ انداز تحریر جس میں مثالی انداز کی معروضیت پائی جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات موجودہ عوامی ذوق کی تسکین ملحوظ ہوتی ہے۔ رپورتاژ، روداد۔"[20]

نیو انسائکلوپیڈیا میں صحافت (Journalism) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Journalism is the collection, preparation and distribution, of news and related Commentary and feature materials through such media as pamphlets' newsletter, Newspapers, magazines, radio motion picture television and books."[21]

"صحافت، خبروں اور اس سے متعلق کمنٹری اور فیچر مواد کو پرچے جیسے خبر ناموں، نیوز پیپرز، میگزینوں، ریڈیو موشن، پکچر، ٹیلی ویژن اور کتب کے ذریعے جمع کرنا، تیار کرنا اور تقسیم کرنا ہے۔"

اسلام کا نظریہ ابلاغ:

اگر ہم انسانی فطرت پر نظر دوڑائیں تو ہم پر یہ بات واضح ہوگی کہ انسانی فطرت میں تجسس کرنے کا مادہ یہ ازل سے

موجود ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کو اپنے حواس خمسہ سمیت تمام موجودہ علوم کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خالق کائنات نے انسان کے اندر قوت گویائی رکھی ہے۔ اور اللہ رب العزت انسان سے خود مخاطب ہوئے اور اسے بولنے بات کرنے کا سلیقہ اور اصول سکھلائے۔ اللہ تعالی جو عین حق اور صداقت ہے۔ اس نے انسان کو حق وصداقت پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کی ہر بات حق اور سچ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس لیے انسان کو چاہئے کہ وہ حق وصداقت کا ابلاغ کرے۔ اگر ہم ابلاغ کے اسلوب پر غور وفکر کریں تو ہمارے سامنے دو ماڈل آتے ہیں۔ ایک ماڈل جسے پیغمبرانہ اسلوب کہا جاتا ہے۔ دوسرا ابلیسی ماڈل۔ انسانی تاریخ انہیں دو ماڈلوں کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے۔ نسل انسانی کے لیے ابلاغ کا وہی ماڈل مطلوب ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے اختیار کیا تھا۔ اور اس کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی اختیار رمایا۔ اور یہی ماڈل ایک اسلامی معاشرے کا شعار ہے۔ اور صداقت اس ماڈل کی شناخت ہے۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[22] (اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ہمراہ ہو جاؤ۔)

ابلاغ کے اس ماڈل میں سچائی، دیانت داری، عاجزی و انکساری ہے۔ اور جھوٹ فریب، دھوکہ دہی سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے۔ اسی ماڈل کو تمام انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا۔ ہے۔ انسان کی فطری آزادی سے لے کر ذرائع ابلاغ کی آزادی تک کا سارا نظام عمل اسلامی احکامات و ہدایات پر مبنی ہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں جہاں ذرائع ابلاغ کو اظہار رائے کی آزادی دی گئی ہے، وہاں اس کو بہت سی اخلاقی حدود اور سماجی و معاشرتی قوانین وضوابط کا پابند بھی بنایا گیا ہے؛ تاکہ دوسرے اسلامی نظریات کی طرح یہاں بھی اعتدال برقرار رہے۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نہ مغربی نظریہ ابلاغ کی طرح انسانوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کیا گیا ہے اور نہ ہی آزای پسندانہ نظریہ ابلاغ کی طرح اسے مکمل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ جہاں پر وہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کریں اور ان کی نجی زندگی میں بھی دخل اندازی کریں۔ ابلاغ کے بغیر کسی انسانی معاشرے کا تصور ممکن نہیں۔ انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات میں بھی یہ سلسلہ کسی صورت میں موجود ہے۔ اگرچہ قدرت نے انہیں ایک خاص جبلت کا پابند بنا کر یہ عمل محدود کر دیا ہے۔ انسانی معاشرے کی بقاء اور ترقی کے لیے ایک مؤثر نظام ابلاغ ضروری ہے[23]۔

نظریہ ابلاغ کے اسلامی اصول و فرائض:

اسلامی نظریہ ابلاغ کے بنیادی اصول ہم اس طرح بیان کرسکتے ہیں کہ:

- عقیدہ اسلام کا واضح طور پر اظہار کرنا
- اسلامی اخلاق کی وضاحت
- دین اسلام کی دعوت اور اشاعت
- دینی اور دنیوی تعلیم کی اشاعت

اسلام کے نظریہ ابلاغ میں انہی حدود میں فرد کی آزادی کی ضامن ہوتی ہے۔

اسلام کا نظریہ صحافت:

اسلام جو کہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اور رہتی دنیا تک دنیا میں رہنے والے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔ جس نے لوگوں کے لیے زندگی کے ہر شعبے، اور ادارے کے لیے اصول مہیا کئے ہیں۔ جن اصولوں پر کاربند ہوتے ہوئے اپنی زندگی گزارنا ہر فرد کے لیے ضروری ہے۔نہ کسی کو قرآن وسنت کے مقرر کردہ اصول وشرائط سے تجاوز کر کے آزادی حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔جب اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں رہنما اصول مقرر کئے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صحافت جیسے اہم شعبے میں جو کہ انسانی زندگی کے لیے ایک انتہائی اہم ضرورت ہے کوئی اصول یا حدود مقرر نہ کئے ہوں۔

صحافت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد السلام خورشید بیان کرتے ہیں کہ:

"یہ درست ہے کہ صحافت ایک عظیم مشن ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تازہ خبروں سے آگاہ کیا جائے عصر حاضر کے واقعات کی تشریح کی جائے اور ان کا پس منظر واضح کیا جائے تاکہ رائے عامہ کی تشکیل کا راستہ صاف ہو۔ صحافت رائے عامہ کی ترجمان اور عکاس بھی ہوتی ہے۔اور وہ رائے عامہ کی راہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتی ہے۔عوام کی خدمت اس کا مقدس فریضہ ہے۔اس لیے صحافت معاشرے کے لیے ایک اہم ادارے کی حیثیت رکھتی ہے۔"[24]

ڈاکٹر سلیم الرحمن ندوی دور حاضر کے حوالے سے صحافت کی خصوصی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"دور حاضر میں صحافت اقوام کی ترقی وپختگی کا مظہر ہے۔ حصول حق وعدل میں معاون اور امن وسلامتی کے پھیلانے میں مددگار ہے۔اس سے ہمیشہ ہر امت اور معاشرے کی تعلیم وثقافت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صحافت وطن کی محافظ اور اہل سیاست کا ہتھیار ہے۔قدیم قوموں اور امتوں سے واقفیت کا خزانہ ہے یہ تعمیر اور تخریب کاری کا قومی ہتھیار ہے۔ صحافی کا قلم صحیح اور غلط ہر قسم کی معلومات فراہم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔اس کے تعمیری اور اثرات کا ہونا

ناگزیر ہے۔ یہ ملک کی بنیاد اور اہل ملک کی زبان ہے۔ صحافت کو عصر حاضر میں وہ بلند مقام حاصل ہو گیا ہے کہ کسی طرح بھی اس سے بے نیازی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ اگر اسے ہم نے دعوت اسلام کے لیے استعمال کیا تو ہم اس سے زبردست کام لے سکتے ہیں۔ اور اسلامی دعوت و تبلیغ کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں۔ علم و فکر کے میدان میں ہم قائدانہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔"[25]

زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح شعبہ صحافت میں بھی اسلام کی پیروی کی ضرورت مسلم ہو جانے کے بعد ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو صحافی اپنے پیشہ وارانہ فرائض ایک مسلم صحافی کی حیثیت سے ادا کرنا چاہتا ہے۔ اسے کن اصولوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اور کن باتوں کو اپنانا اور کن باتوں سے بچتے رہنا چاہئے۔ قرآن و سنت اس بارے میں ہماری کیا رہنمائی کرتے ہیں؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے جب ہم قرآن مجید اور کتب احادیث کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں ان آیات و احادیث کی صورت میں صحافت کا ایک مکمل ضابطہ اخلاق موجود نظر آتا ہے۔ جس پر عمل کرنے سے صحافت بلاشبہ انسانیت کی فلاح و بہبود، امن و خوشحالی اور ترقی و کامرانی کا ایک نہایت اہم اور مفید ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے[26]۔

ڈاکٹر سلیم الرحمن اسلامی صحافت کا نظری بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"اسلامی صحافت سے مراد وہ صحافت ہے جس میں اسلامی رنگ گالب ہو اور جو زندگی کے تمام سیاسی، اجتماعی، اقتصادی، دینی اور قانونی پہلوؤں کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرے۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ امورِ دینیہ کے علاوہ کسی اور چیز سے بحث نہ کرے اسلامی صحافت کو ادبی و اخلاقی نظریات اور دینی و سیاسی رجحانات و جذبات کی تعمیر و تکوین کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔ یہ دینی سیاسی فکری اور نظریاتی تربیت کا کام بخوبی انجام دیتی رہی ہے۔ اس سے مسلمانوں کو عقلی و روحانی غذا فراہم ہوتی ہے اور مادی و ملحدانہ ماحول میں ضم ہونے اور مغربی تہذیب کے دھارے میں بہنے سے ان کی حفاظت ہوتی ہے۔"[27]

کثیر اور جدید ذرائع و ابلاغ و صحافت کے وجودہ دور میں ایک مثالی مسلم معاشرہ کے قیام اور جملہ مفاسد اور مضمرات کے انسداد کے لیے درج ذیل اسلامی ابلاغی و صحافتی ضابطی اخلاق کی عمل نہایت ضرورت ہے تب ہی اہل ابلاغ و صحافت داعی الی الحق کی ذمہ داری احسن طریقے سے انجام دے پائیں گے۔ اسلام کا نظریہ ابلاغ و صحافت ایک ایسا نظریہ ہے جس میں فرد کی عزت نفس، معاشرے کی اصلاح اور ریاستی معاملات کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ عصر حاضر میں صحافت کے میدان میں چند افراد کے علاوہ اکثریت لکھنے والے اسلام خلاف، سیکولر اور لبرل لوگ ہیں۔ یہ لوگ مغربی سوچ سے متاثر ہو کر انہیں کے افکار کو اجاگر کرتے ہیں، دین اور مذہب کے خلاف لکھنا ان کا شیوا بن چکا

ہے۔ لادینیت اور لامذہبیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حالاں کہ صحافت ایک مقدس اور عظیم الشان پیشہ ہے، جس کے ذریعے ملک وملت کی بہترین خدمت کی جاسکتی ہے۔ اسلامی صحافت قوم کے ذہنوں کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی فکری راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لاتی ہے، برے کاموں سے روکتی اور اچھے کاموں کی ترغیب دیتی ہے۔ اسلام کے نظریہ ابلاغ وصحافت میں ریاست کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق افراد کی آزادی کا ضامن بنائے۔

ابلاغ وصحافت کے اسلامی اصول:

ابلاغ اور صحافت کے متعلق اسلام کے بیان کردہ اصول وضوابط میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔ احترام وتکریم انسانیت:

اسلام نے ہر شخص کی عزت کا ایک معیار مقرر کیا ہے۔اور اسلام ہر شخص کی عزت نفس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کو اس بات کی حق نہیں ہے کہ وہ انسانوں کی عزت کو پامال کریں۔ اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کو اس بات کا پابند ہونا چاہئے کہ وہ انسانوں کی عظمت اور عزت اور احترام انسانیت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی ایسی سرگرمی اختیار نہ کرے جس سے کسی انسان کی عزت نفس مجروح ہوتی ہو یا انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کی تذلیل کا پہلو آتا ہو۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا.[28] (اور ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سا رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔)

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی ارشاد میں مسلمان کی تذلیل اور توقیر کے خلاف بنیاد فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه.[29] (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم ہونے دیتا ہے۔)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المسلمُ من سلم الناسُ من لسانه ويده، والمؤمنُ من أمنه الناسُ على دمائهم وأموالهم.[30] (کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاء سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور کامل ایمان والا وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو امن میں سمجھیں۔)

ان دونوں احادیث سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف یا نقصان پہنچائے۔ خود پہنچانا تو دور کی بات ہے اگر کوئی دوسرا بھی اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ اس کی مدد کرے۔ اسلام ذرائع ابلاغ کو اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ لوگوں کی عزت نفس سے کھیلیں یا ان کا تمسخر کریں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ایمان والو کو کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ تمسخر یا برے القابات اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.[31] (اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائیں عجب نہیں کہ وہ خود ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، فسق کے نام لینے ایمان لانے کے بعد بہت برے ہیں، اور جو باز نہ آئیں سو وہی ظالم ہیں۔)

اسلامی اصولوں کے مطابق ذرائع ابلاغ کو اس بات کوئی حق نہیں کہ وہ کسی کے ساتھ تمسخر، طنز، یا برے نام یا القابات کا معاملہ اختیار کریں۔ بلکہ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایسے رویہ اختیار کریں کے معاشرے میں یکجہتی کی فضا قائم ہو۔

۲۔ امر بالمعروف کی اشاعت / نہی عن المنکر:

اسلامی معاشرے کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول نیکی کا پھیلانا اور برائی سے روکنا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے تناظر میں اس اصول کی پابندی کرنے ضروری ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات پر غور وفکر کریں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ اسلامی معاشرے میں ذرائع ابلاغ کا مقصد بھی نیکی کا پھیلاؤ، اور برائی کا سد باب ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جو موجودہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کے اخلاقی اصولوں کو اجاگر کر کے دیگر مذاہب سے ممتاز کر دیتی ہے۔ قرآن مجید میں اس ذرائع ابلاغ کے اصول کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.[32] (اور تمہارے درمیان ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جس کے افراد بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔)

درج بالا آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امت مسلمہ کو یہ فریضہ انجام دیتے رہنا چاہئے ورنہ ان کی زندگی میں

بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اور پھر ان بگاڑ کی اصلاح کرنا مشکل ہو گا۔ آپ ﷺ نے اپنی حدیث مبارکہ میں اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

والّذِی نَفْسِی بِیَدِہِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ، أَوْ لَیُوشِکَنَّ اللہُ أَنْ یَبْعَثَ عَلَیْکُمْ عِقَابًا مِنْہُ ثُمَّ تَدْعُونَہُ فَلَا یُسْتَجَابُ لَکُمْ.[33](اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ضرور بالضرور تمہیں نیکی کا حکم دینا ہو گا، اور ضرور بالضرور برائی سے روکنا ہو گا۔ ورنہ ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنے پاس سے عذاب بنازل کردے دے پھر تم اسے پکاروگے اور تمہارے پاس کوئی جواب نہ آئے گا۔)

اسلام کے پاکیزہ معاشرے میں برائی کا پھیلانا بہت زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے اسلامی معاشرہ ذرائع و ابلاغ کو ان حدود و شرائط کا پابند بناتا ہے جنہیں قرآن و سنت نے متعین کیا ہے۔ اسلام بے حیائی اور جنسی آوارگی کی ہر گز اجازت نہیں دیتا لہذا ذرائع ابلاغ آزادی کے نام پر بے ہودہ کلام، حیاسوز حرکتوں کی نشرواشاعت نہیں کرسکتے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ فحاشی اور بے حیائی پھیلانا یہ ابلیسی ذرائع ابلاغ کا تصور ہے جوکہ اسلام تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو فحاشی جیسے قبیح فعل سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہے اور اس کے مرتکب افراد کے لیے سدباب کے طور پر سخت قوانین بھی وضع کرتا ہے۔ سورۃ النور میں ارشاد باری تعالی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ.[34](بلاشبہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والو میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔)

قرآن کی تعلیمات سے ذرائع و ابلاغ پر مسلمان عورتوں کے لیے رپوٹنگ کے سلسلے میں خصوصی اصول حاصل ہوتے ہیں۔

سورۃ النور میں ارشاد باری تعالی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ.[35](یاد رکھو جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑچکی ہے ہے اور ان کے لیے اُس دن بڑا عذاب ہو گا۔)

لَوْلَا جَآءُوْا عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّھَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ.[36](اور وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔)

فواحش کے سدباب کے ضمن میں ہی ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ.[37](اور بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو، چاہے وہ بے حیائی

کھلی ہو یا چھپی ہو۔)

۳۔ اشاعت سے پہلے امر واقع کی تحقیق، تفتیش:

معاشرے میں جو چیز عموما اختلاف، لڑائی جھگڑا اور مناقشات کا سبب بنتی ہے وہ ہے تحقیق سے پہلے بے بنیاد خبروں کی تسلیم و تشہیر کرنا۔ حالانکہ قرآن مجید نے خبروں کے تسلیم کرنے کے حوالے سے تحقیق کا حکم دیا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ.[38] (اے اہل ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی بات کی خبر لائے تو اس کی خبر کی خوب جانچ پرتال کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو تم لاعلمی میں کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر خود اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔)

تفسیر عثمانی میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علیہ "جھوٹی خبروں کی تحقیق کا حکم" کے عنوان کے تحت مندرجہ بالا آیت کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

"اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لیے اول اختلاف و تفریق کے اسی چشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔"[39]

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں کسی بات پر بغیر تحقیق کے عمل کرنا اور پیروی کرنا یہ منع فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــــُٔوْلًا.[40] (اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔)

ایک صحافی کو نہ سنی سنائی باتوں پر اعتبار کرلینا چاہئے اور نہ سنتے ہی مسترد جو بات بھی کسی طرف سے پیش کی جائے اسی اچھی طرح جانچ پرکھ کر قبول کرنا چاہئے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.[41] (یہاں تک کہ جب سب حاضر ہوں گے کہے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم انہیں سمجھے بھی نہ تھے، یا تم کیا کرتے رہے ہو۔)

اس آیت سے جہاں یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ کسی بات کو علمی تحقیق اور غور و فکر کے بغیر یونہی جھٹلانہیں دینا چاہئے وہاں اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ جب کوئی اہم خبر یا اطلاع اشاعت کے لیے موصول ہو تو اسے خوب غور و فکر اور تحقیق و تجزیے کے بعد قبول کیا جائے[42]۔

احادیث میں بھی آپ ﷺ نے اس نکتہ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ:

كفى بالمرءِ كَذِبًا أنْ يُحدِّثَ بكلِّ ما سَمِعَ.[43] (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات ہی کافی ہے کہ جو بات سنے

اسے بغیر تحقیق کئے لوگوں کے سامنے بیان کردے۔)

اس حدیث میں ایک ضابطہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب تک کسی بات کی تحقیق نہ ہو جائے دوسروں کو بیان نہ کیا جائے۔ کیونکہ عموماً جھگڑے اور غلط فہمیاں اسی کے سبب وجود میں آتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات وحدیث کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ذرائع ابلاغ اگر کسی فرد یا گروہ کے متعلق کوئی خبر یا اطلاعات دیں تو اسلامی اصولوں کے مطابق خبر یا واقعہ کی صحت اور تصدق تک پہنچا جائے اور حدود شرعیہ کے مخالف تحریر و تقریر ایک مذموم عمل ہے۔

۴۔ صحافی، رپورٹر کا صاحب ادراک ہونا:

ذرائع ابلاغ پر ہر کسی کو خبر کی نشر واشاعت کا حق نہیں ہے س بلکہ یہ صرف اہل استنباط اور باصلاحیت لوگوں کی ہی ذمہ داری بنتی ہے جو یہ ملکہ رکھتے ہوں کہ یہ خبر مصقدہ ہے یا نہیں؟ اس خبر سے مسلمانوں کا خبردار ہونا فائدہ مند ہے یا نقصان دہ ہوگا۔ اس کی نشر واشاعت سے معاشرے پر کون کون سے اثرات پڑیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.[44] (اور جب ان کے پاس امن یا ڈر کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے تو وہ اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔)

ذرائع ابلاغ سے وابستہ لوگوں خاص طور پر صحافی، خبر نگار، کو اپنے کردار کا ان تعلیمات کے تناظر میں از سر نو جائزہ لینا چاہئے۔

۵۔ جھوٹ، افواہ، غیر مستند معلومات و تحریرات، لایعنی باتوں اور منفی پراپیگنڈا کی اشاعت سے گریز:

اسلامی تعلیمات کے مطابق ذرائع ابلاغ کی پہلی شرط خبر کا صحیح ہونا ہے۔ معلومات میں اگر سچائی نہ ہو بلکہ اس کے بجائے جھوٹ، افواہ، یا کسی کے خلاف منفی پراپیگنڈا کیا جائے تو وہ فریب کاری میں آتا ہے۔ جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اگر خبروں کی صداقت میں بے احتیاطی سے کام لیا جائے تو کئی مسائل کا باعث بنتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ. وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ.[45] (جب تم اسے اپنی زبانوں سے نکالنے لگے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہنی شروع کر دی جس کا تمہیں علم بھی نہ تھا اور تم نے اسے ہلکی بات سمجھ لیا تھا، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔ اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں تو اس کا منہ سے

نکالنا بھی لائق نہیں، سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔)

یہ دونوں آیات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بات کی پہلے تحقیق کرو پھر اس کے بعد بولو۔ پہلا حکم اچھے گمان رکھنے کا ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ نیکوکاروں کے بارے میں کوئی برائی کی بات تحقیق کے بغیر نہیں کہے۔

ذرائع ابلاغ کا مقصد اکثر و بیشتر کسی کے بارے غلط معلومات فراہم کرکے اس کی عزت کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے اس لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ذرائع ابلاغ کو سچائی اور حقیقت پر مبنیمعلومات فراہم کرنا ہوں گی۔ قرآن مجید میں مومنین کو سچی بات کرنے کی تلقین کی گئی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔ [46](اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔)

اس ضمن میں ایک اور آیت جو قول اور فعل میں تضاد سے منع کرتی ہے درج ذیل ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ [47](اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے ہاں یہ بات بڑی قابل نفرت ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔)

قرآن مجید فقط زبانی خرچ کا قائل نہیں ہے بلکہ ایک سچے مسلمان کے اقوال اور افعال میں موافقت اور مطابقت کا ہونا لازمی ہے۔ اگر ذرائع ابلاغ ایک طرف برائی پر تنقید کریں اور دوسری طرف خود برائی میں مبتلا ہوں تو انہیں اپنی اصلاح کی فکر ہونی چاہئے۔ قرآن مجید میں نصیحت کرنے والے کے لیے خود با عمل ہونا شرط قرار دیا گیا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ [48](کیا لوگوں کو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔)

اسی طرح لغو بیانی اور غیر منطقی حریر و تقریر سے بھی پرہیز کی تعلیمات دی گئی ہیں۔ لغو بیانی سے بچے رہنا مومنین کی صفات میں سے ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ [49](اور جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔)

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ [50](اور جب کسی لغو وبیہودہ چیز کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار سے گزر جاتے ہیں۔)

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ خصوصاً ٹی وی چینلز پر پروگرامز ایسے بھی نشر ہوتے ہیں جن میں بلا ضرورت ذو معنی کلام، لغو باتیں، اور نازیبا کلمات بولے جاتے ہیں جس سے معاشرے پر غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۶۔رپورٹنگ میں سچی گواہی کی تعلیم، اور اخفائے شہادت اور ملابست کی ممانعت:

ذرائع ابلاغ پر جب کسی واقعہ کی نشرو اشاعت یا رپورٹنگ ہوتی ہے تو "شہادت "یعنی گواہی کے درجہ میں ہوتی ہے۔شہادت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ عدالت میں حاضر ہو کر جج یا قاضی کے سامنے گواہی دیدے۔بلکہ شہادت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آدمی جو بات جانتا ہے اس کی حقیقت سے لوگوں کو بھی آگاہ کرے۔گواہی کے سلسلے میں دو باتیں اہمیت کی حامل ہیں۔ایک یہ کہ گواہی سچ پر مبنی ہو دوسرا یہ کہ گواہی کو چھپایا نہ جائے۔حق بات کی گواہی دینا مومنین کی صفات میں بیان کیا گیاہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ۔ [51](اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔)

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ۔ [52](اور اللہ کی رضامندی کے لیے ٹھیک گواہی دو۔)

آدمی کو چاہئے وہ جس بات سے آگاہ ہے وہ بغیر کسی خوف وخطر، لالچ، اور مفاد کے دوسروں کو بھی آگاہ کرے۔اور ہر قسم کے حالات وواقعات کی اصلیت اور صداقت سے لوگوں کو آگاہ کرے۔دوسری طرف کتمان شہادت یا حق بات جانتے ہوئے اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرنا اس کو قرآن مجید میں جگہ جگہ مختلف مقامات پر گناہ بتایا گیا ہے گواہی کا چھپانا قرآن مجید میں گناہ بتایا گیاہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ [53](اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے۔)

حق بات کو چھپانا یا کسی واقعہ کی گواہی میں ردوبدل کرنا یا گھماؤ پھراؤ کرنا اس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ [54](اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔)

کذب بیانی ممانعت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ [55](اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔)

اسی طرح حق بات کو باطل کے ساتھ ملانے اور جان بوجھ کر حق کو چھپانے یا مشتبہ بنانے سے منع فرمایا گیاہے ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ [56](اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔)

اسلامی ممالک کے ذرائع ابلاغ کو چاہئے کہ وہ جھوٹی گواہی دینے یا حق بات اور گواہوں کو چھپانے سے گریز کریں۔ایک اسلامی ذرائع ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو صحیح معلومات سے آگاہ کریں اور اور معاشرے میں فتنہ وفساد پھیلنے سے بچائیں۔

۷۔جانب داری، اقرباءپروری سے گریز، عدل وانصاف کا قیام:

تمام معاملات میں مثلاً خبر نگاری، اور صحافت میں آدمی کو چاہئے کہ وہ اقرباءپروری سے گریز کریں اور عدل وانصاف کو دامن کو تھامے رکھے۔ قرآن مجید میں خبر نگاری میں عدل وانصاف کی تعلیم درج ذیل آیت کریمہ سے ملتی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔[57](اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہروقت تیار رہو،(اور)انصاف کی گواہی دینے والے ہو،اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔)

۸۔الزام تراشی، لعن وطعن، بدگمانی، غیبت، جاسوسی کی ممانعت:

اسلامی تعلیمات کے مطابق جس طرح عام زندگی میں ایک انسان پر الزام تراشی، لعن وطعن، بدگمانی، غیبت، جاسوسی اجازت نہیں اسی طرح ذرائع ابلاغ پر بھی کسی پر الزام تراشی، لعن وطعن، بدگمانی کرنا، غیبت کرنا یا کسی کی جاسوسی کرنا یہ جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ۔[58](ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔)

بدگمانی سے ممانعت کے متعلق ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔[59](اے ایمان والو!بہت سے گمانوں سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔)

حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے بھی بدگمانی کرنے سے منع فرمایاہے:

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔[60](گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔)

قرآن مجید میں ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگے رہنے کی یا غیبت کرنے کی جس طرح نجی زندگی میں ممانعت ہے اسی طرح ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی ایک دوسرے کی ٹوہ میں لگنا یا غیبت کرنا درست نہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔[61](اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے غیبت کیا کرے۔)

اسی طرح حدیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله إخوانا۔ [62] (اور نہ ٹوہ لگاؤ، نہ جاسوسی کرو، نہ دھوکے سے (خرید و فروخت میں) بولی بڑھاؤ، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو۔)

۹۔ نجی زندگی اور عزت کا تحفظ:

اسلام نے جس طرح ہر انسان کو تحفظ آبرو و عزت کا حق دیا ہے۔ اسی طرح نجی زندگی میں بھی کسی دوسرے کو مداخلت کرنے کا حق نہیں دیا۔ اسلامی تعلیمات کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ذرائع ابلاغ کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ کسی کی ذاتی اور نجی زندگی میں مداخلت کرے یا ان کی عزت کو اچھالیں۔ کیونکہ ایسا کرنا اخلاقی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے۔ سورۃ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا۔ [63] (اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ کسی دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔)

سید ابو الاعلیٰ مودودی اپنی کتاب اسلامی ریاست میں لکھتے ہیں کہ:

"ایک شخص کو پورا پورا آئینی حق ہے کہ وہ اپنے گھر میں دوسروں کے شور و شغب، دوسروں کی تاک جھانک سے اور دوسروں کی مداخلت سے محفوظ و مامون رہے۔ اس کی گھریلو بے تکلفی اور پردہ داری برقرار رہنی چاہئے۔ مزید باراں یہ کہ کسی شخص کو دوسرے کا خط اوپر سے نگاہ ڈال کر دیکھنے کا حق بھی نہیں ہے۔ کجا کہ اسے پڑھا جائے۔ اسلام انسان کی پرائیویسی کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے اور صاف ممانعت کرتا ہے کہ گھروں میں تاک جھانک نہ کی جائے اور کسی ڈاک نہ دیکھی جائے۔" [64]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أن رجلا اطلع من جحر في باب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع رسول الله صلى الله عليه وسلم مدرى يرجل به رأسه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لو أعلم أنك تنظر طعنت به في عينك إنما جعل الله الإذن من أجل البصر [65]۔

۱۰۔ اچھے اخلاق، صبر و تحمل، عفو و درگذر کا مادہ ہونا:

اپنے پیشے کی سرگرمیوں کی انجام دہی کے وقت ایک صحافی اور ابلاغی کارکنوں کا بہترین اخلاق کا حامل ہونا، صبر و تحمل

اور عفو ودرگذر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ بلاوجہ بحث وتکرار، حجت بازی، دوسروں کو چڑانے اور جوابی کاروائی سے پرہیز کیا جائے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیتیں انسانوں کو بہترین اخلاق کا درس دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔[66](درگزر کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔)

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَه عَدَاوَةٌ كَاَنَّه وَلِيٌّ حَمِيْم۔[67](اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجیے جو اچھی ہو پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو گا گویا کہ وہ مخلص دوست ہے۔)

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ۔[68](بری بات کے جواب میں وہ کہو جو بہتر ہے۔)

صحافی کا اس بات پر بھی یقین و ایمان محکم ہو کہ جو لوگ میری حمایت یا مخالفت کر رہے ہیں اس کا صلہ اللہ ضرور دے گا۔

مَّنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّه نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّه كِفْلٌ مِّنْهَا۔[69](جو کوئی اچھی بات میں سفارش کرے اسے بھی اس میں سے ایک حصہ ملے گا، اور جو کوئی بری بات میں سفارش کرے اس کو اس کے میں سے حصہ ملے گا۔)

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجَاهِلِيْنَ۔[70](اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال تمہارے لیے تمہارے اعمال، تم پر سلام ہو، ہم بے سمجھوں کو نہیں چاہتے۔)

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔[71](رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں۔)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔[72]((اے مسلمانو!) جن (معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا کہنے لگیں۔)

۱۱۔ ظالم کے ظلم کی تشہیر:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسی شخص میں اگر دینی یا دنیوی لحاظ سے کوئی عیب ہو تو اس کا علی الاعلان اظہار کرنا جائز نہیں ایک معیوب عمل ہے۔ البتہ مظلوم کو اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی تشہیر اور فریاد کرنا اس معاملے میں اسلام

اس کو اجازت دیتا ہے۔اور حصول انصاف کے سلسلے میں ذرائع و ابلاغ کا استعمال یا کانفرنس کرنا یا صحافت سے مدد لینا یہ جائز ہے۔کلام الٰہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَّا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوٓءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ۔[73] (اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے الا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو۔)

موجودہ دور میں جب کہ آئے روز مختلف جرائم اور واقعات کی سنسنی خیز رپورٹنگ، تمثیل نگاری، ٹی وی کرائم شوز، اور اخبارات کے کرائم فیچرز کی اشاعت کے جواز اور عدم جواز کو بھی درج بالا قرآنی آیت کے تناظر میں پرکھا جاسکتا ہے۔

۱۲۔ حکمت و دانائی والی گفتگو، نصیحت اور بحث، کرنا:

حکمت و دانائی اور حق گوئی ہر ابلاغی ذرائع کا لازمی جزو اور ہر صحافی کی اہم صفت ہونی چاہئے۔حکمت و دانائی یہ ہے کہ بات کہنے والا سامنے والی کی ذہنیت، یا اس کی استعداد، اور موقع محل کو دیکھ کر بات کہے۔ہر کسی سے ایک ہی رویہ اور طور طریقہ اپنا کر بات کرنا یہ درست نہیں ہے۔ایک صحافی کی کامیابی یہ ہے کہ پڑھنے والے یا مخاطب اس کا اثر قبول کریں۔اور صحافی کے لیے صرف یہ بات کافی نہیں کہ جو بات وہ بیان کر رہا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حکمت پر مبنی ہو۔یا نصیحت پر مبنی ہو تاکہ دوسرے کو اس سے فائدہ حاصل ہو۔یا کسی سے بحث و مباحثہ بھی کر رہا ہے تو اس کے لیے بھی اچھا طریقہ اختیار کرے نامناسب لہجہ یا گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۔[74] (اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھاور خوش اسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔)

اسی طرح ایک صحافی اور ابلاغی کارکنوں کا حق گو اور نڈر ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فریضہ ہے کہ وہ اپنا پیغام وضاحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچائے اور اس کا نتیجہ اللہ کی ذات پر چھوڑدے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۔[75] (بہرحال تمہارے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لیناہے۔)

ابلاغی پیغامات چاہے تحریر کی صورت میں ہو یا تقریر کی صورت میں ہو اس کی تفہیم کے لیے کلام کا انتخاب اچھا،

با مقصد، میٹھا، اور نرم ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ [76] (میرے بندوں سے کہو کہ ایسی بات کہیں جو بہترین ہو۔)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔ [77] (مناسب بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو، اور اللہ بے پروا نہایت تحمل والا ہے۔)

سورہ النساء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ [78] (اور ان سے اچھے طریقہ سے بات کرو۔)

اور ایک صحافی یا ابلاغی کارکنوں کی خوبی میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی سے بحث ومباحثہ کرتے ہیں تو ناشائستہ گفتگو یا الفاظ اختیار نہیں کرتے بلکہ بحث ومباحثہ میں بھی اخلاقی دائرہ کار میں رہتے ہوئے مہذب اور شائستہ گفتگو اپناتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ [79] (اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو۔)

۱۳۔ اخلاق حسنہ:

صحافی اگر ہر وقت تقوی، خشیت الہی، توکل علی اللہ اور ایمان داری جیسی اعلی صفات کو ملحوظ خاطر رکھے گا تو معاشرے میں موجودہ میڈیا کے بہت سے مفاسد اور مضمرات سے بچ جائے گا۔ قرآن مجید ارشاد باری تعالی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ [80] (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔)

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ [81] (پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ یقیناً بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔)

فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ [82] (اگر تم مومن ہو تو ان سے خوف نہ کھاؤ اور بس میرا خوف رکھو۔)

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ [83] (حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں چلتا، اسی پر میں نے بھروسہ رکھا ہے اور جن جن کو بھروسہ کرنا ہو انہیں چاہئے کہ اسی پر بھروسہ کریں۔)

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ [84] (اور ہم کیوں اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اسی نے ہمیں (سیدھے) راستوں کی راہ نمائی کی ہے، اور ہم ضرور صبر کریں گے اس ایذا پر جو تم ہمیں دیتے ہو، اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔)

اسی طرح ایک صحافی کو چاہئے کہ وہ ایمانداری اور دیانت داری کو اپنا شعار بنائے اور بد دیانتی سے خود کو محفوظ رکھے ارشاد باری تعالی ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ [85](اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے بے وفائی نہ کرنا اور نہ جانتے بوجھتے ہوئے اپنی خیانت کے مرتکب ہونا۔)

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ۔ [86](اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں۔)

۱۵۔ دین کی اشاعت اور حفاظت کے لیے قدیم وجدید وسائل کا استعمال:

دین اسلام کی اشاعت، اور حفاظت اور بقاء کے سلسلے میں ہر ممکن جائز قدیم وجدید ذرائع ابلاغ اور سائل اور سہولیات کو استعمال کرنا جائز اور درست ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ [87](اور ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔)

قرآن کریم کی رُو سے دین اسلام کی نشر واشاعت اور حفاظت وبقاء کے سلسلے میں قدیم وجدید اور ہر ممکن جائز وسیلہ اور ذریعہ کا استعمال درست ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کی ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔ [88](وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ [89]((اور انہیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار آپ نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔)

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ [90](اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اسی نے سب کو اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے بے شک اس میں (اس کی قدرت کی بڑی) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور و) فکر کرنے والے ہیں۔)

خلاصہ بحث:

اسلامی ذرائع و ابلاغ اور صحافت قوم کے ذہنوں کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی فکری سوچ وزاویہ کی درستگی کا کام انجام دیتی ہے۔ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے، برے کاموں سے روکتی اور اچھے کاموں کی ترغیب دیتی ہے۔ آج کے پر فتن دور کی صحافت میں گنے چنے افراد کے علاوہ اکثریت لکھنے والے سیکولر اور لبرل اور آزاد ذہن کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ مغرب کی پوجا کرتے ہیں اور انہیں کے افکار کو اجاگر کرتے

ہیں، دین اور مذہب کے خلاف لکھنا ان کا شیوا بن چکا ہے۔ لادینیت اور لامذہبیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ حالاں کہ صحافت ایک مقدس اور عظیم الشان پیشہ ہے، جس کے ذریعے ملک وملت کی بہترین خدمت کی جاسکتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ کو اسلامی قانون اور ضوابط کی روشنی میں ملنے والے حقوق دیے جائیں، وہیں ان پر ایک نگران بھی مقرر کر دیا دیا جائے۔ تا کہ میڈیا ہر قسم کے غیر اخلاقی پروگرام نشر کرنے فحاشی اور عریانیت سے دور رہ کر معاشرے کی تعمیر اور ترقی کے لیے کام کر سکے۔

حوالہ جات:

---

[1] القرآن۔ سورۃ الرحمٰن آیت ۴،۳

[2] احمد بن فارس ابی الحسین، معجم مقاییس اللغۃ، دارالفکر، ۱۹۷۹ء، ۱۳۹۹ھ، ج۱، ص ۳۱۰

[3] مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الجدید، لاہور، کراچی: ادارہ اسلامیات پبلشرز، ص ۵۸

[4] اردو ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری، (جدید ایڈیشن)، لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ص ۱۶۷، ۱۶۶

[5] ایضاً، ص ۱۶۷، ۱۶۶

[6] Yust, Walter. *Encyclopedia Britannica*. London: Encyclopedia Britannica. 1950. Vol. 6, p. 350

[7] القرآن۔ سورۃ المائدہ آیت ۶۷

[8] القرآن۔ سورۃ المائدہ آیت ۹۲

[9] احمد بن فارس ابی الحسین، معجم مقاییس اللغۃ، ج ۳، ص ۳۳۴

[10] مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء، ۱۴۲۲ھ، ص ۹۱۲

[11] سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، لاہور: اسلامیہ پریس، ۱۸۹۸ء، ج ۳، ص ۲۱۳

[12] ایضاً، ص ۲۱۵

[13] ایضاً، ص ۲۱۳

[14] القرآن۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۹

[15] القرآن۔ سورۃ البینہ آیت ۲

[16] القرآن۔ سورۃ العبس آیت ۱۳

[17] القرآن۔ سورۃ التکویر آیت ۱۰

[18] ڈاکٹر جمیل جالبی، قومی اردو انگریزی لغت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۰۶۲

[19] ایضاً، ص ۱۰۶۲

[20] ایضاً، ص ۱۰۶۲

[21] Yust, Walter. *Encyclopedia Britannica*. London: Encyclopedia Britannica. 1950. Vol. 6, p. 627

[22] القرآن۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹

[23] لیاقت علی ملک، امور صحافت، لاہور: ڈوگر پبلیشرز، ۲۰۰۷ء، ص ۳

[24] عبد السلام خورشید، فن صحافت، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۸۶ء، ص ۱۶

[25] سلیم الرحمن ندوی، مترجم: مولانا احسن علی خان، بر صغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ وارتقاء، کراچی: اکیڈمی بک سینٹر، ۲۰۱۳ء، ۱۴۳۵، ص ۱۴، ۱۳

[26] سید عبد السلام زینی، اسلامی صحافت، ملتان: ادارہ معارف اسلامی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۹، ۳۸

[27] سلیم الرحمن ندوی، مترجم: مولانا احسن علی خان، بر صغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ وارتقاء، ص ۱۴

[28] القرآن۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۰

[29] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۲۴۴۲، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، ۱۴۲۳، ص ۵۹۱

[30] محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن ترمذی، دار الغرب الاسلامی، حدیث نمبر ۲۶۲۷، ج: ۴، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص ۳۷۱، ۳۷۰

[31] القرآن۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۱

[32] القرآن۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۵

[33] محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۱۶۹، ج ۴، ص ۴۲

[34] القرآن۔ سورۃ النور آیت ۱۹

[35] القرآن۔ سورۃ النور آیت ۲۳

[36] القرآن۔ سورۃ النور آیت ۱۳

[37] القرآن۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱

[38] القرآن۔ سورۃ الحجرات آیت ۶

[39] مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، کراچی: دار الاشاعت، ۲۰۰۷ء، ۱۴۲۸ھ، ج ۳، ص ۵۲۵

[40] القرآن۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۶

[41] القرآن۔ سورۃ النحل آیت ۸۴

[42] سید عبد السلام زینی، اسلامی صحافت، ص ۱۰۳

[43] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح المسلم، دار طیبہ، ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۷ھ، ص ۵

[44] القرآن۔ سورۃ النساء آیت ۸۳

[45] ایضاً۔ سورۃ النور آیت ۱۵

[46] ایضاً۔ سورۃ الاحزاب آیت ۷۰

[47] ایضاً۔ سورۃ الصف آیت ۳،۲

[48] ایضاً۔ سورۃ البقرہ آیت ۴۴

[49] ایضاً۔ سورۃ المومنون آیت ۳

[50] ایضاً۔ سورۃ الفرقان آیت ۷۲

[51] ایضاً۔

[52] ایضاً۔ سورۃ الطلاق آیت ۲

[53] ایضاً۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۸۳

[54] ایضاً۔ سورۃ النساء آیت ۱۳۵

[55] ایضاً۔ سورۃ الحج آیت ۳۰

[56] ایضاً۔ سورۃ البقرہ آیت ۴۲

[57] ایضاً۔ سورۃ المائدہ آیت ۸

[58] ایضاً۔ سورۃ الھمزۃ آیت ۱

[59] ایضاً، سورۃ الحجرات آیت ۱۲

[60] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، المسلم، حدیث نمبر ۲۵۶۳، ص ۱۱۹۲

[61] القرآن۔ سورۃ الحجرات آیت ۱۲

[62] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، المسلم، حدیث نمبر ۲۵۶۳، ص ۱۱۹۲

[63] القرآن۔ سورۃ النور آیت ۲۷

[64] مولانا مودودی، اسلامی ریاست، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۶۷ء، ۱۳۸۶ھ، ص ۵۸۸

[65] مسلم بن حجاج القشیری، الجامع الصحیح، المسلم، حدیث نمبر ۲۱۵۶، ص ۱۰۳۳

[66] القرآن۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۹۹

[67] ایضاً۔ سورۃ حم سجدہ آیت ۳۴

[68] ایضاً۔ سورۃ المومنون آیت ۹۶

[69] ایضاً۔ سورۃ النساء آیت ۸۵

[70] ایضاً۔ سورۃ القصص آیت ۵۵

[71] ایضاً۔ سورۃ الفرقان آیت ۶۳

[72] ایضاً۔ سورۃ الانعام آیت ۱۰۸

[73] ایضاً۔ سورۃ النساء آیت ۱۴۸

[74] ایضاً۔ سورۃ النحل آیت ۱۲۵

[75] ایضاً۔ سورۃ الرعد آیت ۴۰

[76] ایضاً۔ سورۃ البنی اسرائیل آیت ۵۳

[77] ایضاً۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۶۳

[78] ایضاً۔ سورۃ النساء آیت ۵

[79] ایضاً۔ سورۃ العنکبوت آیت ۴۶

[80] ایضاً۔ سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۲

[81] ایضاً۔ آیت ۱۵۹

[82] ایضاً۔ آیت ۱۷۵

[83] ایضاً۔ سورۃ الیوسف آیت ۶۷

[84] ایضاً۔ سورۃ ابراہیم آیت ۱۲

[85] ایضاً۔ سورۃ الانفال آیت ۲۷

[86] ایضاً۔ سورۃ المومنون آیت ۸

[87] ایضاً۔ سورۃ الانفال آیت ۶۰

[88] ایضاً۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۹

[89] ایضاً۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱

[90] ایضاً۔ سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳